بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصریحات

حدِ رجم قرآن و سنت کی روشنی میں

مدیر ترجمان کی ایک اہم پریس کانفرنس کا مکمل متن

آج کل پاکستان میں جہاں اسلامی قوانین کے نفاذ کا غلغلہ ہے، اور حکومت کی طرف سے اس سلسلے میں مسلسل اقدامات کے اعلان ہو رہے ہیں اور عوام کی طرف سے جہاں ان اقدامات کی تائید و حمایت ہو رہی ہے وہاں اس سلسلہ میں روا رکھی جانے والی سستی پر بھی نکتہ چینی کی جا رہی ہے کہ ایک نظریاتی ریاست میں اس نظریے کو عملاً رائج کرنے میں کسی قسم کے تساہل کو روا نہیں رکھا جانا چاہیے۔

جس مسئلے پر چودہ سو سال کے طویل عرصہ سے امت کے کسی گروہ کے درمیان کبھی بھی اختلاف نہیں رہا اور وہ مسئلہ کہ جس پر صرف خلفائے راشدین کے ہی دور میں کہ جو اسلام کا بہترین اور قابل تقلید دور ہے عمل نہیں ہوتا رہا۔ بلکہ خود نبی کریمؐ نے اپنے زمانہ مبارک میں بھی اسی پر تعامل فرمایا۔

بخاری اور مسلم کی متفقہ روایت میں ہے جسے حضرت ابوہریرہؓ اور زید ابن خالدؓ نے روایت کیا ہے کہ دو آدمی نبیؐ پاک کے پاس یہ تنازعہ لے کر آئے کہ ایک کے بیٹے نے دوسرے کی بیوی

سے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ انھوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ہمارا اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ دیں۔ نبی اکرمؐ نے کہا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں دونوں کا فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کروں گا۔ لڑکا چونکہ کنوارا تھا اسے سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے جلا وطن کیا جائے اور دوسرے کی بیوی کے متعلق کہا کہ اگر وہ زنا کا اعتراف کرے تو اسے رجم کیا جائے۔ چنانچہ اس نے اعتراف کیا اور اسے سنگسار یعنی رجم کر دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

مسلم شریف میں حضرت عبادہؓ ابن صامت سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا مسائل مجھ سے لے لو، مسائل مجھ سے لے لو، اللہ نے کنوارے مرد اور عورت کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی اور شادی شدہ مرد و عورت بدکار کی سزا سو کوڑے اور رجم مقرر کی ہے۔ (بخاری، مسلم اور دیگر کتب احادیث)

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت جابر بن سمرہؓ سے بھی اور دیگر کئی ایک صحابہؓ نے بھی اسے روایت کیا ہے کہ جب ماعزؓ اسلمی نے نبی کریمؐ کی خدمت میں آکر زنا کا اعتراف کیا تو آپ نے اس پر حد رجم جاری فرمائی۔ (بخاری، مسلم اور دیگر کتب احادیث)

حضرت جابرؓ ابن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضورؐ کی زندگی میں زنا کیا۔ حضورؐ نے اسے اس پر کوڑوں کی حد جاری کی اور پھر نبی کریمؐ کو خبر دی گئی کہ وہ شادی شدہ تھا جس پر آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا چنانچہ اسے سنگسار کر دیا گیا (ابوداؤد شریف)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ بنو ازد قبیلے کی ایک عورت نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے آکر اعتراف زنا کیا، آپؐ نے اس پر حد رجم جاری فرمائی، چنانچہ وہ سنگسار کی گئی (مسلم شریف)

اور یہی نہیں بلکہ آپ نے ایک یہودی عورت اور ایک یہودی مرد کو بھی جنھوں نے شادی شدہ ہوتے ہوئے، بدکاری کا ارتکاب کیا تھا، سنگسار کرنے کا حکم دیا، جس پر وہ دونوں سنگسار کیے گئے۔ (بخاری مسلم، اور مسند احمد)

اور آپؐ نے اس سزا کو ان پر جاری کرتے ہوئے اسے حد قرار دیا کہ شادی شدہ عورت و مرد کے زنا کی حد یہی ہے۔ (مسند احمد، صحیح مسلم و سنن ابی داؤد)

اسی بنا پر حضرت عمرؓ جو خلفائے راشدین میں دوسرے امام بر حق ہیں نے ارشاد کیا تھا

کہ رسول اکرمؐ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں زانیوں کو سنگسار کیا اور آپؐ کے بعد ہم نے بھی اسی پر عمل کیا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت علیؓ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں اسی پر عمل کیا کہ جب آپ کے پاس ایک شادی شدہ عورت لائی گئی جس نے زنا کا ارتکاب کیا تھا تو آپ نے اسے جمعہ کے روز سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ (مسند احمد، صحیح بخاری)

ان احادیث پاک کی موجودگی میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ حدِ رجم ایک ایسی حد ہے جو کہ سنتِ متواترہ سے ثابت ہے، بلکہ امیر المؤمنین خلیفۂ راشد حضرت عمرؓ کی روایت کے مطابق جو کہ تمام کتب حدیث میں موجود ہے حدِ رجم قرآن میں نازل کی گئی تھی جس کا حکم باقی رکھا گیا اور تلاوت منسوخ کی گئی۔ اسی بنا پر رسولِ اکرمؐ نے حدِ رجم جاری فرمائی اور ہم نے اسی پر عمل کیا۔

اور مسند احمد اور طبرانی کبیر میں حضرت ابی امامہؓ اپنی خالہ کے حوالے سے بھی یہ روایت بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح ابی بن کعبؓ سے صحیح ابن حبان میں یہی روایت موجود ہے اور اس کی تائید نبی اکرمؐ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے دو سائلین کے جواب میں کہا تھا کہ مجھے اللہ کی قسم کہ میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا اور بعد ازاں آپ نے حدِ رجم شادی شدہ عورت پر جاری کی اور اس کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

اور اسی بنا پر امام شوکانیؒ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب نیل الاوطار میں لکھا ہے۔

اما الرجم فھو مجمع علیہ یعنی حدِ رجم پر پوری امت کا اتفاق ہے ...... اس لیے فانہ حد ثبت بالسنۃ المتواترۃ المجمع علیھا وایضا ھو ثابت بنص القرآن الحدیث عمر عند الجماعۃ کہ اس سنت متواترہ سے ثابت ہے جس پر امت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور اسی طرح جناب عمرؓ کی حدیث کے مطابق نصِ قرآنی سے بھی ثابت ہے۔ (نیل الاوطار جلد، ص ۹۵)

اور امام ابن حزمؒ المتوفی ۴۵۶ھ اپنی معرکہ آرا تصنیف المحلّی میں فرماتے ہیں۔

شادی شدہ مرد و عورت کے سنگسار کرنے پر ساری امت کا اتفاق ہے۔ ماسوائے ان چند لوگوں کے کہ اتفاقی طور پر امت کے نزدیک ان کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں اور ہمارے نزدیک وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ باقی ساری امت یہی کہتی ہے کہ ان کو تب تک

سنگسار کرتے رہنا چاہیے جب تک وہ مر نہ جائیں۔ (المحلیٰ ابن حزم ج ۱۱ ص ۲۳۱ طبع بیروت)

اور یہی بات امام ابن رشد نے اپنی کتاب بدایۃ المجتہد میں لکھی ہے کہ فان المسلمین اجمعوا علی ان حدّهم الرجم الا فرقۃ من اھل الاھواء پوری امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ شادی شدہ زانی کی حد رجم ہے ماسوائے چند نفس پرست گمراہ لوگوں کے گروہ کے۔ (بدایۃ المجتہد جلد ۲ صفحہ ۴۳۴ طبع مصر)

اور امام ابن قدامہ المتوفی ۶۲۰ھ نے ان نفس پرستوں اور ابن حزم کے نزدیک دائرۂ اسلام سے خارج لوگوں کی نشاندہی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: وجوب الرجم علی الزانی المحصن رجلا کان او امرأۃ وھذا قول عامۃ اھل العلم عن الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من علماء الامصار فی جمیع الاعصار ولا نعلم فیہ مخالفا الا الخوارج۔ شادی شدہ عورت و مرد اگر زنا کا ارتکاب کرے تو ان کی سزا رجم ہے اور یہی فتویٰ تمام اہل علم کا ہے۔ چاہے وہ صحابہ میں سے ہوں یا تابعین میں سے اس امر پر زمانے کے تمام شہروں کے سب علماء کا بھی فتویٰ ہے اور اس بارے میں سوائے خارجیوں کے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ (المغنی ابن قدامہ جلد ۸ صفحہ ۱۵۷ طبع ریاض)

تعجب کی بات ہے کہ ایک ایسا مسئلہ جس پر ساری امت کا ہر دور میں اتفاق رہا ہے بلکہ جس کے بارے میں اجماع حاصل رہا ہے اور جس سے خروج صرف خارجیوں نے کیا ہے۔ وہ خارجی جنھوں نے خونِ عثمانؓ میں اپنے ہاتھ رنگے اور علیؓ و معاویہؓ کے خلاف نبرد آزما ہوئے اور جنھیں امت کے اجتماعی فیصلے نے ہر دور میں ملعون قرار دیا اور جن کا کوئی پیرو اس وقت پاکستان میں موجود نہیں ان کی تقلید اور اتباع کو ہی پسند اور اختیار کیا گیا آیا صرف اس لیے کہ وہ ہوا و ہوس کے بندے تھے اور یہاں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو نفس پرستی اور اتباعِ شہوات میں ان کی روش اپنانے والے اور ان کی ڈگر پر چلنے والے ہیں۔

اب ذرا واقعات و حقائق کے تناظر میں اتفاق اور اجماع کی کیفیت بھی دیکھ لیجیے کہ ایسا اتفاق اور اجماع کیسے حاصل ہوا۔ سنیوں کے نزدیک مستند اور معتبر کتب احادیث اور سنت کے حوالے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اب اہلِ سنت کے مقابل شیعہ حضرات کے

ہاں معتبر کتب احادیث اور روایات پر نظر ڈالیں۔

شیعہ حضرات کے نزدیک صحاح اربعہ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو کسی اہل سنت کے نزدیک صحاح ستہ کو حاصل ہے۔ اور ان کے ہاں کافی اتنی ہی معتبر اور مستند ہے جتنی اہل سنت کے نزدیک بخاری۔ اس کافی میں کلینی سند کے ساتھ ابو عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: الحر والحرۃ اذا زنیا جلد کل واحد منہما مائۃ جلدۃ فالمحصن والمحصنۃ فعلیہما الرجم۔

انھوں نے فرمایا آزاد کنوارہ اور کنواری اگر زنا کرے تو سو کوڑے مارے جائیں اور شادی شدہ مرد یا عورت زنا کرے تو انھیں رجم کیا جائے۔ (فروع کافی کتاب الحدود جلد ۷ ص ۱۷۷)

اور امام باقرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علیؓ نے کنوارے مرد اور عورت کو زنا پر کوڑے مارنے اور سال کے لیے جلا وطن کیا اور شادی شدہ مرد اور عورت کو رجم کیا۔ (وہی حوالہ)

اور امام جعفرؒ سے یہ روایت بھی ہے کہ رجم کا حکم قرآن میں نازل ہوا تھا اور اس کا حکم باقی رکھا گیا۔ اور تلاوت منسوخ کر دی گئی۔ (وہی حوالہ)

بالکل وہی روایت جیسی کہ کتب اہل سنت میں حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ سے مروی ہے، حدیث کی دوسری کتاب الاستبصار میں امام جعفرؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا الرجم حد اللہ الاکبر والجلد حد اللہ الاصغر۔ کہ سنگسار کرنا اللہ کی بڑی حد ہے اور کوڑے مارنا چھوٹی حد۔ شادی شدہ مرد کو سنگسار کیا جائے گا اور کنوارے کو کوڑے مارے جائیں گے (الاستبصار ابی جعفر الطوسی جلد ۴ ص ۲۰۱ کتاب الحدود)

تیسری کتاب تہذیب الاحکام میں ہے کہ امام باقرؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شادی شدہ عورت کو جس نے زنا کا ارتکاب کیا تھا رجم کرنے کا حکم دیا اور سب سے پہلے آپ نے اس پر پتھر پھینکا (تہذیب الاحکام ج ۱۰ صفحہ ۵۔ باب الحدود)

چوتھی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں ابن بابویہ القمی نے جناب باقرؒ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ کے پاس ایک زانیہ عورت لائی گئی اور آپ نے اسے سنگسار کرتے ہوئے کہا۔ بسم اللہ اللہم تصدیق الکتاب اللہم سنۃ نبیک یعنی اے اللہ تیرے نام سے پتھر مارتا ہوں تیری کتاب پر عمل کرتے

ہوئے اور تیرے نبی کی پیروی کرتے ہوئے۔

اپنے غلام قنبر کو کہا کہ وہ اسے پتھر مارے۔ پھر اصحاب محمدؐ کو کہا کہ وہ پتھر ماریں اور پھر عام لوگ تب تلک پتھر مارتے رہیں جب تک وہ مر نہیں جاتی۔ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۴ ص ۲۰ باب حد الزنا)

اب سنی اور شیعہ اسلام کے دو بڑے مکاتب فکر کے مصادر و مراجع پر نظر ڈالنے کے بعد اتفاق و اجماع کی اس کیفیت کو بھی ملاحظہ کیجیے کہ اہل سنت کے فقہی مکاتب فکر کے درمیان اس مسئلے کی حیثیت کیا ہے۔ سب سے پہلے فقہ احناف پر ایک نظر ڈال لیتے ہیں کہ اس ملک میں ایک بہت بڑی تعداد اسی فقہ کی پیرو ہے۔ چنانچہ علامہ کاسانی الحنفی مشہور کتاب بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں حدود الزنا میں تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شادی شدہ مرد اور عورت نص صریح کی رُو سے سنگسار کیے جائیں گے اور عقل بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۷ صفحہ ۳۹)

نیز مبسوط اور شرح فتح القدیر نیز ردّ مختار علی درّ مختار میں ہے شادی شدہ مرد کی حد رجم ہے کہ اسے تب تلک سنگسار کیا جائے جب تک وہ مر نہ جائے (رد مختار لابن عابد بن شامی جلد ۳ ص ۱۵۹)

فتاویٰ عالمگیری میں بھی ہدایہ کافی بحر الرائق فتح للقدیر، السراج الوہاج اور فتاویٰ قاضی خان اور فتاویٰ تتار خانیاں کے حوالہ سے یہی لکھا ہے۔ حوالہ کے لیے دیکھیے فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ ص ۱۴۲ تا ۱۴۷)

فقہ شافعی

حنفی مکتب فکر کے بعد شافعی فقہ کی سب سے عظیم کتاب جس کے مؤلف خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں یعنی کتاب الاُم پر بھی ایک نظر ڈالیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الحدود میں زنا کے سلسلہ میں ان متعدد احادیث کو نقل کرنے کے بعد جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہا کہ شادی شدہ مرد اور عورت کی حد رجم ہے اور پھر آپ نے یہ بھی ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ نے بھی اپنے زمانہ میں اسی پر عمل کیا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی ایک عورت پر یہی حد جاری کی گئی (کتاب

الام جلد ۲ ص ۱۳۳ تا ۱۳۴)

اور فقہ شافعی کی مشہور کتاب المہذب میں بھی ہے خان کان محصنًا وجب علیہ الرجم۔ شادی شدہ زانی پر حد رجم جاری کی جائے گی۔ (المہذب ج ۲ ص ۲۶۶)

فقہ مالکیؒ میں سب سے پہلے مؤطا امام مالکؒ کا مقام ہے اور امام مالکؒ نے مؤطا میں مستقل باب باندھا ہے۔ باب الزانی المحصن یرجم شادی شدہ زانی رجم کیا جائے گا اور اس کے بعد ان متعدد احادیث کو ذکر کیا ہے جو پیش ازیں گزر چکی ہیں۔

اور یہی کچھ مشہور امام خطاب المالکی نے مواہب الجلیل میں اور امام ابوعبداللہ المالکی نے التاج والاکلیل میں لکھا ہے۔ حوالہ کے لیے دیکھیے دونوں کتابیں۔ (ج ۶ ص ۲۹۲ تا ۲۹۵)

فقہ حنبلی میں امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں متعدد احادیث ثبوت رجم میں پیش کی ہیں اور رجم کو حدود اللہ میں سے ایک بڑی اہم حد قرار دیا ہے۔ دیکھیے مسند احمد بن حنبلؒ کتاب الحدود اور فقہ حنبلی کی بڑی مشہور کتاب المغنی ابن قدامہ کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے کہ چند خارجیوں کے سوا اس معاملہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس کتاب میں مزید یہ بیان کیا ہے کہ یہی حد ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں زانیوں پر جاری ہوتی رہی۔ حوالہ کے لیے دیکھیے المغنی ابن قدامہ (ص ۱۰۶ تا ۱۰۸)

اور جہاں تک اہل حدیث کا تعلق ہے ان کے ہاں احادیث مشہورہ و متواترہ کی موجودگی میں دوسری کسی بات کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

اسی بنا پر ہم یہ کہتے ہیں کہ حد رجم ان حدود شریعت میں سے ہے جن کے بارے میں امت کے کسی گروہ کے درمیان کبھی بھی اختلاف نہیں رہا۔

اب کسی ایرے غیرے کا اٹھ کر یہ کہہ دینا کہ حد رجم اسلام کے منافی ہے۔ اسلام سے ناواقفیت اور شریعت سے جہالت کے سوا کس چیز کی علامت ہے اور ستم بالائے ستم کہ اس پر علم کا دعویٰ اور افتاء کی تعلی اور منصب دار ہونے کا غرور بھی ہو۔

غلطی اور غلط فہمی کے اسباب

اصل میں مسئلہ رجم کا ہو یا شریعت کا کوئی اور مسئلہ، ہر لوالہوس اس پر خامہ فرسائی اور انگشت نمائی اپنا پیدائشی حق سمجھتا ہے۔ چاہے اس میں اس مسئلہ کے سمجھنے، جانچنے اور پرکھنے کی صلاحیت ہو یا نہ ہو۔ اور پھر ایک فیشن بن گیا ہے کہ مسائل میں واقفیت اور درک حاصل کرنے کے لئے کسی کی راہنمائی اور رہبری کو عیب اور نقص علم کی علامت سمجھا جاتا ہے اور ہر کہ و مہ کے لکھے ہوئے کو سند و حجت سمجھ کر اس کی ہاں میں ہاں ملا دی جاتی ہے۔ چاہے اس سے دین و دنیا میں کتنی ہی رسوائی کیوں نہ حاصل ہو جائے۔

میری یہ ایماندارانہ رائے ہے کہ دین کسی خاص گروہ یا اشخاص کی میراث نہیں کہ اس پر صرف انہیں ہی گفتگو کا اختیار ہو لیکن گفتگو کے لئے کم از کم ان علوم سے واقف ہونا تو ضروری ہے جو دین فہمی کیلئے لازمی اور ناگزیر ہیں۔

سائنس کے بارے میں کوئی رائے اس وقت تک وقیع نہ سمجھی جائے گی جب تک وہ کسی ایسے آدمی سے صادر نہ ہو جو سائنسی علوم پر کامل دسترس رکھتا ہے۔ اس طرح فلسفہ، منطق، سیاست، معاشیات عمرانیات اور قانون کی بات ہے کہ جب تک ان علوم میں کسی کو مہارت نہ ہوگی۔ ان پر رائے زنی سے احتراز برتے گا، وگرنہ لوگوں کی نظروں میں نکو بن کر رہ جائے گا۔

بعینہٖ یہی صورت دین و شریعت کی ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو کتاب اللہ کو ناظرہ بھی نہیں پڑھ سکتے وہ اس کے شارح اور مفسر بن بیٹھتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ جسے رب نے اس کا مفسر مبین اور شارح بنایا ہے اس کی تغلیط کرنے سے بھی (معاذ اللہ) باز نہیں رہتے۔

کچھ یہی صورت مسئلہ رجم میں بھی پیدا ہوئی۔ کہ رائے زنی کرنے والے اصحاب کو دو بنیادی چیزوں کا بھی علم نہیں کہ علم دین سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی انہیں جانتا ہے۔

اولاً یہ کہ ماخذ شریعت صرف قرآن نہیں بلکہ قرآن کے ساتھ سنت بھی ہے۔

ثانیاً یہ کہ منصوص مسائل میں اجتہاد کی کوئی گنجائش ہے نہ اجازت، وگرنہ ساری شریعت بازیچۂ اطفال اور ملعوکۂ روزگار بن کر رہ جائے۔

مسئلہ زیر بحث میں بھی یہی چیز غلطی اور اُمت کے متفقہ نظریہ سے انحراف کا سبب بنی ہے کہ

یہ تصور کر لیا گیا ہے چونکہ شادی شدہ مرد اور عورت کیلئے رجم کی سزا قرآن میں بیان نہیں ہوئی اس لئے یہ حد نہیں ٹھہرے گی۔ جب کہ اس شخصیت مبارکہ نے جس پر قرآن نازل ہوا۔ جس کے قلب اطہر کو رب قدوس نے اپنی وحی و پیغام کے لئے منتخب کیا، اور جن کے ذریعہ شریعت کو اس دنیا میں عملاً رائج کیا گیا۔ انھوں نے اپنے دور میں رجم بطور حد مجرموں پر جاری کی، جیسا کہ ابتداء میں احادیث مبارکہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور پھر ان کی اقتداء اور اتباع میں خداوند لم یزل کے حکم کے مطابق ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا جو رسول تمھیں دے دے لو اور جس سے روکے رک جاؤ (سورہ حشر: ۷)

خلفائے راشدین نے اپنے اپنے ادوار میں اس حد کو جاری و ساری المفعول رکھا اور ان میں سے کسی ایک نے نہیں بلکہ روایات کے مطابق الگ الگ چاروں نے۔

صدیق اکبرؓ نے اپنے زمانہ میں، فاروق اعظمؓ نے اپنے دور خلافت میں، عثمان غنیؓ نے اپنے ایام مبارکہ میں اور علی المرتضیٰؓ نے اپنے عہد میمون میں، اور یہ سنی، شیعہ اور دیگر تمام حضرات کی کتابوں اور سیر و تاریخ کے اوراق میں تواتر کے ساتھ موجود ہے اور مزید یہ کہ قرن اول میں کسی صحابیؓ تابعی، نے ان حضرات کو اس پر نہیں ٹوکا اور نہ ہی کوئی نکیر کی۔ اس زمانہ میں جب کہ رائے اور اس کے اظہار کی مکمل آزادی تھی اور ہتک منصب اور توہین جہالت کا کوئی قانون رائج نہ تھا۔ بلکہ اس پر مستزاد فاروق اعظمؓ کا یہ فرمان کہ رجم کی آیت قرآن میں تھی جس کا حکم باقی رہا اور نبی کریمؐ نے اپنے عمل سے باقی رکھا، خود حد جاری کی اور آپ کے بعد ہم نے بھی اسے جاری رکھا۔ اور یہی چیز ائمہ اہل سنت سے بھی ان کی کتب میں منقول ہوئی۔ اور اس روایت پر بھی کسی صحابی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

اور اگر اس سے صرف نظر بھی کر لی جائے تب بھی یہ بات تو قرآن سے ثابت ہے کہ اطاعت رسول ایک مسلمان اور مومن کے لئے لازمی اور ضروری امر ہے وگرنہ کوئی شخص مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں رب کریم نے بار بار اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ قل اطیعوا اللہ والرسول (سورہ آل عمران آیت ۳۲) واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون (سورہ آل عمران آیت ۱۳۲) واطیعوا الرسول واحذروا (سورہ مائدہ آیت ۹۲) اطیعوا اللہ ورسولہ (سورہ انفال آیت ۱) واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تولوا عنہ و انتم تسمعون (سورہ انفال آیت ۲۰) نیز یہی صورت آیت ۱۴۶، ایک مقام پر ہے واطیعوا الرسول

ولا تبطلوا اعمالکم (سورہ محمد آیت ۳۳) رسول کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے اپنے اعمال ضائع اور اکارت نہ کرو اور ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیراً (سورہ نساء آیت ۱۱۵)

اور پھر یہاں تک ارشاد ہوا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ سورہ نساء آیت ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی ہی اطاعت کی۔

اور پھر قرآنِ کریم میں جہاں بھی نجات کے لئے اور حصولِ انعامات کے لئے اطاعتِ خدا کا ذکر ہوا وہاں اطاعتِ رسولؐ بھی ضروری ٹھہرائی گئی۔ دیکھئے حوالہ کے لئے سورہ نساء آیت نمبر ۱۳ نیز آیت ۶۹ نیز سورت نور، آیت نمبر ۵۲، نیز سورہ احزاب آیت ۷۱، نیز سورہ فتح ۱۷ وغیرہ، ایک دوسری جگہ رب کریم بعثتِ رسولؐ کا مقصد ہی ان کی اطاعت قرار دیا وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ سورت نساء آیت ۶۴) ہم نے رسول بھیجے ہی اس لئے ہیں کہ اللہ کے حکم پر ان کی اطاعت کی جائے۔

اب ذرا غور کیجئے کہ زیر بحث مسئلہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات ہوتے ہوئے کس طرح اطاعتِ رسولؐ اور احکام رسولؐ سے انحراف کیا جا رہا ہے اور فرمانِ رسول کے ساتھ ساتھ عملِ رسول کو اسلام کے منافی قرار دینے کی جسارت کی جا رہی ہے جبکہ کلام مجید میں ارشاد صریح ہے فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما (سورۃ نساء) اے نبیؐ! تیرے رب کو اپنی قسم ہے جو تجھے اپنے تنازعات میں حاکم نہیں مانتا وہ مومن ہی نہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ جو تو فیصلہ کر دے اس کے خلاف اپنے دل میں وسوسہ رکھنے والا بھی مومن نہیں۔

اور سورۂ احزاب میں فرمایا "کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت کے لئے یہ نہیں ہو سکتا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا حکم کریں تو پھر ان کو اس بات میں کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو اللہ اور رسولؐ کا کہا نہ مانے وہ گمراہ ہے کھلا (سورہ احزاب آیت نمبر ۳۶)

بنا بریں ہم نے صرف کلام مجید کے حوالوں سے اس بات کو واضح کیا ہے کہ شریعت میں جس طرح احکامِ خداوندی کی پیروی کا حکم ہے بعینہٖ اسی طرح احکام رسولؐ کی اطاعت کا حکم ہے اور ثانیاً

جس طرح نصوصِ قرآنی کے بارہ میں اجتہاد سے کام نہیں لیا جاسکتا اسی طرح نصوصِ سنت میں بھی اپنی رائے اور اجتہاد رسولؐ سے بغاوت کے مترادف ہے۔

اب ذرا ایک نظر اصولِ قانون کی کتب پر بھی ڈال لیں۔ تاکہ اندازہ ہوسکے کہ برٹش لاء کے متوالے جو پریوی کونسل سے لے کر الٰہ آباد ہائیکورٹ اور دیگر ہندوستانی عدالتوں تک کے فیصلوں اور نظائر کو حجت مانتے اور سند تسلیم کرتے ہیں۔ دینِ حنیف کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اپنے آپ کو کس طرح شرع و شارع اور کتبِ شریعت سے ماوراء اور بلند تر سمجھتے ہیں اور انکار حیثیت رسالت مآبؐ کے ضمن میں خود کلامِ مجید اور نصوص قرآنی سے کس طرح منحرف ہوتے ہیں۔ اس قرآن عظیم کی آیات و احکام سے جس میں واشگاف الفاظ میں نبی مکرمؐ کی ذمہ داری اٹھائی گئی ہے۔ وما ینطق عن الھوی، ان ھو الا وحی یوحی سورۂ نجم آیت ۳) وہ اپنی مرضی سے نہیں بولتا، اس کی جو بات ہے وہ وحی ہے جو اس پر بھیجی جاتی ہے۔

کتبِ اصول

اصول فقہ میں سب سے پہلے شاہ ولی اللہ الدہلویؒ کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی کتاب مختصر الاصول پر نظر ڈالتے ہیں وہ فرماتے ہیں احکامِ شریعت کی بنیاد چار چیزوں پر ہے کتاب، سنت، اجماع اور قیاس اور سنت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں السنۃ المتواترۃ باقسامھا الثلاثۃ وکذا المشھورۃ مثل الکتب فی اثبات الاحکام وثبوت التعارض رکتاب مذکور ص ۴۸ مع شرح بغیۃ الفحول مؤلفہ حضرت محمد گوندلوی) کہ سنت متواترہ اپنی تینوں اقسام کے ساتھ اور سنتِ مشہورہ اثبات، احکام اور ثبوت تعارض میں قرآن کی طرح ہے۔

امام غزالیؒ جو شافعی مکتبِ فکر کے مشہور قانون دان ہیں اپنی معرکہ آرا کتاب المستصفی میں ان ہی چار اصولوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قولِ رسولؐ احکامِ اسلام میں دوسری اصل ہے۔ اس لئے کہ آپؐ کی صداقت پر معجزات نے مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اور اس لئے کہ خداوند لم یزل نے ہمیں آپ کی اتباع کا حکم دیا اور اس لئے کہ آپ ناطق وحی ہیں اور وحی کی ایک قسم وہ ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور جسے قرآن مجید کہتے ہیں اور ایک قسم وہ ہے جس کی تلاوت نہیں ہوتی اور وہ سنت ہے۔ (المستصفی للغزالی ص ۸۳ ج ۱، طبع مصر)

امام ابن قدامہ المقدسی حنابلہ سکول کی مشہور اصولی کتاب روضۃ الناظر میں اصولِ شرع کے ضمن میں سنت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سنتِ نبویؐ ثبوتِ احکام میں حجت ہے کہ

رب قدیر نے نبیؐ کی اطاعت کا حکم دیا اور ان کی مخالفت پر ڈرایا ہے (روضۃ الناظر المقدسی ص ۴۶ طبع قاہرہ۔

اور یہی کچھ امام زرکشی لقطۃ العجلان میں اور زکریا الانصاری نے فتح الرحمٰن ص ۲۴ میں بیان کیا ہے۔ اور امام شاطبی نے الموافقات جلد ۴ اور یہی کچھ حسامی اور نور الانوار جو اصولیین احناف کی مشہور کتب ہیں میں لکھا ہے اور شیخ خضری مصری نے بڑے خوب صورت انداز میں ان تمام حوالہ جات کو جمع کرکے اصل ثانی شریعت، سنت کے متعلق لکھا ہے۔

امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ سنت رسولؐ دین میں حجت ہے اور احکام شرعیہ کی ادلہ میں سے دوسری بڑی دلیل ہے اور اس کی سب سے بڑی گواہی قرآن نے دی ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا اور سنت نے بھی قرآن کے مجمل احکام کی تفصیل بتلائی، جیسے نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ، طہارت ذبائح، نکاح، طلاق، رجعت، ظہار، لعان وغیرہ، اور یہ بھی حسب قول خدا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم کہ ہم نے تجھ پر قرآن اتارا تاکہ تو لوگوں کو تبلائے گا کہ قرآن کون سا ہے اور کون سا نہیں۔ اس بناء پر امت کا اجماع ہے کہ سنت حجت ہے اور قرآن نے اس کی توثیق کی ہے۔

(اصول الفقہ، ص ۲۶۳ تا ۲۶۴)

اور امام ابن قدامہ نے اس سلسلہ میں المغنی میں روایت کی ہے کہ خارجیوں نے منجملہ ان اعتراضات کے جو انھوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پر کئے، ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ حد رجم کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ اسلامی ریاست میں رائج کی گئی ہے تو آپ نے ان کے پیغام رسانوں سے کہا اگر یہی بات ہے تو تم مجھے یہ بھی تبلاؤ کہ فرض نمازوں کی تعداد کے ارکان ان کی رکعات اور ان کے اوقات کار کا ذکر قرآن مجید میں کہاں آیا ہے۔

اور یہ بھی کہ زکوٰۃ کن چیزوں پر فرض ہے، کتنی فرض ہے؟ اور اس کا نصاب کیا ہے؟ انھوں نے جواب کے لیے مہلت مانگی اور جب وہ واپس آئے تو لاچار ہوکر کہنے لگے کہ ہمیں قرآن میں اس کے متعلق کچھ نہیں مل سکا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمانے لگے پھر تم ان پر کس طرح عمل پیرا ہو؟

کہنے لگے نبی علیہ السلام کے فرمان اور آپ کے بعد آنے والے مسلمانوں کے طرز عمل پر۔

عمرؒ نے جواب دیا، بالکل اسی طرح مسئلہ رجم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

حیات مبارکہ میں رجم کیا۔ آپؐ کے بعد آپ کے خلفائے راشدینؓ نے اور دیگر مسلمان حکمرانوں نے اور پھر اس کو ہم نے اپنے دورِ حکومت میں اختیار کیا ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۸ ص)

اور خطیب بغدادی نے کتاب الفقیہ والمتفقہ میں لکھا ہے کہ قرآن حکیم میں جتنے مقامات پر بھی نبی علیہ السلام پر کتاب و حکمت کے نزول کے بارے میں ذکر ہوا ہے وہاں کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت ہے۔ کتاب مذکور ج ۱ صفحہ ۸۷، ۸۸، طبع ریاض۔

اور پھر مسند احمد کے حوالے سے ایک حدیث پاک کا ذکر کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ کرسی پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور ان کے پاس میرا فرمان آئے اور کہے میں اسے نہیں مانتا یہ کتاب اللہ میں موجود نہیں (ایضاً ص ۸۸ بحوالہ مسند احمد بن حنبل)

اور دوسری حدیث میں فرمایا "یاد رکھنا مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اتنے ہی دیگر احکام (ص ۸۹ بحوالہ طبرانی وغیرہ)

اب رہی بات اجتہاد و قیاس کی تو اس بارہ میں بھی اصول فقہ کے تمام کتابیں اصول شاشی حسامی، نامی، نور الانوار، توضیح تلویح المستصفی روضۃ الناظر وغیرہ میں اس پر اتفاق ہے کہ اجتہاد اور قیاس صرف ان مسائل میں ہوتا ہے جو منصوص نہ ہوں اور منصوص مسائل میں اجتہاد و قیاس کی کوئی گنجائش نہیں، حوالہ کے لئے دیکھئے کتب مذکور۔ اور خصوصاً حدود کے بارے میں تو بصراحت موجود ہے کہ قیاس کو کوئی دخل نہیں۔

مذکورہ بالا تمام حوالہ جات اور قرآن و حدیث کی تمام آیات و روایات سے یہ بات قطعی طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ حدِ رجم نہ صرف یہ کہ اسلامی حدود میں سے اہم ترین حد ہے، بلکہ یہ وہ حد ہے جس کے بارے میں امتِ مسلمہ کے کسی گروہ کے ہاں بھی کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا اور اسی بنا پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافتِ راشدہ میں عمل ہوتا رہا۔ اور اب جو بھی کوئی اس راہ کے برعکس رائے اختیار کرتا ہے، وہ سوائے اپنی جہالت اور اسلام دشمنی اور فتنہ و فساد کے اور کسی چیز کا طلبگار نہیں اور اس کا مقصد اس کے سوا اور کوئی نہیں کہ امت کو اسلام کے بارہ میں برگشتہ کرے اور اسلامی نظام کے نفاذ کو مشتبہ اور مشکوک بنا دے۔ خداوندِ عالم ہمیں ایسے کوتاہ نظروں اور بدنیتوں سے محفوظ رکھے اور ہمیں اپنی راہ اور اپنے نبیؐ اور نبیؐ کے پیروکاروں کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔